سماجی بہبود کے پروگراموں کا اسکولوں میں اعادہ: تاریخ اور اسلام کی روشنی ایک جائزہ

Social welfare programs reaffirmed in schools:
An overview of history and Islam

ڈاکٹر سیدہ فرحانہ سرفراز
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ سماجی بہبود جامعہ کراچی

ABSTRACT

Human history is witness to the fact that there are always some rules and regulations in the development of a nations. Because of which, the nations are destroyed. Education is also such a department. Which is responsible for the development of any nation. In Pakistan, there was several measures taken for Pakistan's deepest problems. Like social welfare education, training and Ministry of Social Welfare was established. This program was started in the Social Work Project in the third five-year project. (Khalid 2012) Unfortunately these programs were closed. These projects get up to the sixth five-year project.

Around the world, a school social worker must provide various services to the children. So that the children are social, mental, psychiatric, ethical and social training can be done effectively. The social worker is a point of contact between the home and the neighborhood and the school is a source of contact. In this article, the author has tried to present the (i) concept of school social work (ii) the history of school social work in Pakistan, (iii) the Islamic concept of social work and social welfare, (iv) the utility of the school social worker's role and (v) some viable recommendations in terms of its recall. This article aims to raise the awareness of the re-issuance of school social welfare and to provide the

base of historical, Islamic and academic efforts to reinforce its efforts.

***Key Concepts**: School social work- school social worker- mediator -development and deterioration- Islamic concept of education and social welfare.*

اختصاریہ

انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے اقوام کی ترقی اور تنزلی میں کچھ نہ کچھ اصول وضابطے کارفرما ہوتے ہیں۔ جس کے نہ ہونے کے باعث قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ تعلیم بھی ایسا ہی ایک شعبہ ہے۔ جس پر کسی بھی قوم کی ترقی کا دارومدار ہوتا ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی پاکستان کے گوناگوں مسائل کے لئے کئی احسن اقدامات کئے گئے۔ جیسے سماجی بہبود کی تعلیم، تربیت اور وزارتِ سماجی بہبود کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ پروگرام تیسرے پنج سالہ منصوبے میں سوشل ورک پراجیکٹ کا آغاز کیا گیا۔[۱] بدقسمتی سے ان پروگراموں کو بند کر دیا گیا۔ ان منصوبوں کا تذکرہ چھٹے پنج سالہ منصوبے تک ملتا ہے۔

پوری دنیا میں اسکول سماجی کارکن جماعت اول سے بارھویں جماعت تک بچوں کو مختلف سہولیات مہیا کرنا ہے۔ تاکہ بچوں کی سماجی۔ ذہنی۔ نفسیاتی۔ اخلاقی اور معاشرتی تربیت موثر انداز میں کی جا سکے۔ بلکہ گھر اور متعلقہ علاقے اور اسکول کے درمیان سماجی کارکن دراصل ایک رابطہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔[۲] اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ اسکول سماجی کام کی تاریخ، پاکستان میں اسکول سماجی کام کی تاریخ، اور اسلامی تصو تعلیم اور سماجی بہبود کا تصور پیش کیا جائے نیز اسکول سماجی کارکن کے کردار کی افادیت اور چند سفارشات پیش کی جائیں۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد اسکول سماجی بہبود کے دوبارہ اجراء کا شعور بیدار کرنا ہے نیز اس کے اعادہ کی کوششوں کو تاریخی، اسلامی اور علمی بنیاد فراہم کرنا ہے۔

کلیدی تصورات

اسکول سماجی کام۔ اسکول سماجی کارکن۔ رابطہ کا ذریعہ۔ ترقی و تنزلی۔ اسلامی تصور تعلیم و سماجی بہبود

تعارف

سماجی بہبود کی تاریخ سوا سو سال پرانی ہے تو اسکول سماجی بہبود کی بھی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے۔[۳] کے تعلیمی سال امریکہ میں بوسٹن، نیو یارک اور ہارٹ فوڈ کے اسکولوں اسکول سوشل ورک کا اجراء کیا گیا۔ جس کا مقصد امریکہ میں مختلف علاقوں سے آنے والے افراد اور خاندانوں کی نوآبادکاری کو آسان بنایا جائے۔ دو استادوں کی ذمہ داری بحیثیت سماجی

کارکن کی ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ اسکول اور ان خاندانوں کے گھروں سے رابطے میں رہیں۔ ان کے گھر جا کر ان معاونت کریں۔ رابطہ کریں تاکہ وہ اس ماحول اور علاقے میں اچھے سے سکونت اختیار کر سکیں۔ اور جو بھی وسائل اسکول اور علاقے کے ہیں ان کو ان خاندانوں کی آبادکاری کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ ابتدائی طور پر ان کارکنوں کے اس visiting program کو کوئی امداد فراہم نہیں کی گئی۔ بعد میں ۱۹۱۳ میں نیویارک روچسٹیز میں تعلیمی بورڈ کی جانب سے ان کے لئے فنڈ کا اجراء کیا گیا۔ اس کے بعد وقت حالات اور ضرورت کے حساب سے یہ سماجی کارکنوں کی تعداد اور زمہ داریوں میں اضافہ بڑھتا ہی رہا۔[۴]

۲۰۰۶ میں اسکول سوشل ورک کا صد سالہ جشن منایا گیا تھا- ان پروگرمز سے اسکولوں اور گھروں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا گیا اور بچوں کی تعلیم حاصل کرنے کے عمل کو آسان بنایا گیا۔ اس کے بعد کی دہائیوں میں اسکول کے سماجی کارکنوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اس سلسلے میں بچوں کی لازمی اسکول حاضری کے قوانین اور معاصر تحقیقات کے قوانین کی منظوری ایک بڑی کامیابی اور تاریخی کامیابی تھی- جس کی ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا لازمی حاضری نے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب کیے اس سے صحت، غربت جیسے معاشرتی مسئلوں کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے میں مدد حاصل کی گئی۔ آج ترقی یافتہ معاشروں میں اسکول میں بچہ حاضر نہ ہوں تو خودکار فون کال/ای میل کے ذریعے بچے کی حاضر نہ ہونے کی اطلاع والدین کو دی جاتی ہے اور والدین سے امید کیا جاتا ہے کہ وہ اس کی تصدیق یا تحریف کریں زیادہ چھٹیاں ہونے کی صورت میں جانچ کی جاتی ہے کہ کن مسائل کی وجہ سے بچہ اسکول میں حاضر نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد سماجی کارکن کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ والدین سے رابطہ کرنا، بیماری گھریلو ناچاقی۔ معاشی مسائل، یا کسی بھی عذر کی صورت میں بچے کی حفاظت اور اس کی نشوونما اس کی تعلیمی ذہنی، نفسیاتی ضرورتوں کو اول رکھا جاتا ہے اگر والدین کو کسی قسم کی امداد درکار ہے تو ان کا رابطہ دیگر سماجی اداروں سے کرایا جاتا ہے۔[۵] اس طرح بچہ حکومت کی ذمہ داری ہوتا ہے اسکول سوشل ورک معاشرتی تبدیلیوں اور ضرورتوں کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوا ہے۔ آج کے اسکول کے سماجی کارکن لاتعداد خاندانی مسائل سماجی مسئال ذہنی بیماریوں، غذائی قلت اور بے شمار مسائل کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں۔

اسکولوں میں سماجی کارکن کے کردار کا ایک مختصر تاریخی جائزہ

اسکولوں میں سماجی کام (۱۹۰۶- ۱۹۰۷) کے تعلیمی سال سے شروع ہوا۔[۶]

اس دور کی تاریخی کامیابیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ لازمی اسکول حاضری قوانین کی تبدیلی سماجی بہبود کی ایک بڑی کامیابی تھی۔ نوجوانوں کی کم از تعلیم کے معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش بار آور ثابت ہوئیں۔ اور تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ تعلیم اور نصاب کے ذریعے نوجوانوں کو قوانین کی پاسداری، ذمہ داری شہری بنانے میں مدد ملی۔ اور شرحِ خواندگی میں مثبت اضافہ ہوا۔

۲۔ بچوں اور نوجوانوں کی مختلف علمی ضروریات کا اندازہ ہوا جس کے ذریعے نصاب میں وقت اور ضرورت کے حساب سے تبدیلیاں کی گئی۔ مختلف تجارتی و صنعتی تعلیم کے مضامین متعارف کرائے گئے۔ جس کی وجہ سے مختلف تعلیمی ضروریات اور معاشرے کی ضروریات کو بھی پورا کیا گیا۔

۳۔ بچوں کی لازمی اسکولوں میں اندراج سے نوجوانوں اور بچوں یکساں مواقع میسر آئے۔ مختلف مسائل سے مقابلہ کرنے کے لئے افرادی قوت کی تیاری میں مدد ملی۔ جو اس سے پہلے ممکن نہیں تھی۔ والدین کو بچوں کی تربیت کے لئے مخصوص ماہانہ رقم دی جاتی ہے تاکہ وہ بچے کی بنیادی ضرورتوں پر سمجھوتہ نہ کریں اور بچے کو اس کے بنیادی حقوق ملتے رہیں۔

۴۔ ۱۹۲۰ کی دھائی میں ان سماجی کارکنوں کو باقاعدہ اس کام کی تنخواہ دی جانے لگی[۷] اس کے علاوہ سماجی کارکنوں کے معالجاتی کردار کی اہمیت بھی بڑھی ار و اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا۔ ذہنی بیماریوں مختلف تعلیمی رجحان اور رویوں کو سمجھنے کے لئے نیز منفی / مجرمانہ انداز فکر کی تشخیص کے لئے مختلف طریقے وضع کئے گئے۔[۸] اور ان سے بچاؤ کی تدابیر بھی تیار کی گئیں۔[۹]

۵۔ ۱۹۳۰ کے معاشرتی بحران میں سماجی بہبود کے تمام پروگرامز بند کر دیے گئے۔[۱۰] اس سے خدمات کا ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ اور اس خلا نے اسکول سوشل ورک کی اہمیت کو اور اجاگر کیا۔

۶۔ ۱۹۴۰ میں انفرادی سماجی بہبود کی ترقی و ترویج سے اسکول سوشل ورک کو نئی توانائی ملی سماجی کارکن کے کردار میں طبّی و تشخیصی کردار کا بھی اضافہ ہوا۔ اور بچے اور نوجوانوں کی انفرادی ضروریات اور اہمیت کو اسکول کی تعلیم کی بنیاد سمجھا جانے لگا اور اسکول سوشل ورکر کے کردار کی مسلمہ، معالجاتی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اور اس کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

۷۔ ۱۹۴۰ کے دوران نصاب میں تبدیلی کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ نصاب کے عوامی تعلیم کے اوپر سوالات اٹھائے گئے مختلف تحقیقات نے ثابت کیا کہ تعلیمی نظام عدم مساوات اور نسلی تفریق کا باعث بن رہا ہے لہٰذا مختلف مباحثوں کے بعد اس بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔ جس کی وجہ سے سماجی کارکن کے کردار میں تبدیلی آئی۔[۱۱]

۱۹۶۰ کے دوران نصاب میں تبدیلی کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ نصاب کی عوامی تعلیم کے اوپر سوالات اٹھائے گئے۔ مختلف تحقیقات نے ثابت کیا کہ تعلیمی نظام کی عدم مساوات اور نسلی تفریق کا باعث بن رہا ہے لہذا مختلف مباحثوں کے بعد اس میں بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔ جس کی وجہ سے سماجی کارکن کے کردار میں تبدیلی آئی۔[۱۲]

۱۹۷۰ میں اسکولوں میں سماجی کارکنوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ نصاب میں بنیادی تبدیلیاں کی گئیں۔ ایسے مضامین کا اضافہ کیا گیا۔ جس سے خاندان، ہمسایہ، کمیونٹی اور معاشرے میں مل جل کر رہنے اور اچھا شہری بننے کے مضامین نصاب کا حصہ بنے اور سماجی کارکنوں، اسکول، خاندان اور انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا بھرپور موقع ملا۔

۱۹۷۵ میں ایک ایکٹ کی منظوری کے بعد تمام معذور بچوں کو بھی اسی اسکول کا عام بچوں جیسا بنایا گیا۔ اور سماجی کارکن کے کردار و ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا۔ ان کی خدمات کو حکومتی سطح پر سراہا گیا اور ان کی تعلیمی نظام میں اہمیت کو تسلیم کیا گیا۔ اسی حوالے سے تعلیمی قانون سازی کی گئی سماجی کارکنوں کی تعریف اور اسکول میں ان کے بنیادی کردار کو اور خدمات کی باقاعدہ شناخت کی گئی۔

۱۹۸۰ سماجی کارکن کو Qualified Personal کا درجہ دیا گیا جو معذور بچوں کے سلسلے میں ابتدائی مداخلت Early Intervention کا اختیار حاصل ہو گیا اور یہ تبدیلی ابتدائی اور ثانوی تعلیمی اداروں میں کی گئی۔

۱۹۹۰ اپنے ساتھ بہت سی تبدیلیاں لے کر آیا قومی تنظیموں میں اضافہ ہوا۔ سماجی کارکنوں کا Standard of Pracp SOP میں ترمیم کی گئی۔

اسکول سماجی کارکن بننے کے لئے آپ کو اسکا اہل ثابت بھی کرنا پڑتا تھا۔ تاکہ آپ ایک اہم ذمہ داری فعالیت سے ادا کر سکیں۔ اور اس میں مطابقت پذیری بھی پیدا کی گئی۔

۱۹۹۴ میں سماجی کارکن ایک اہم قانون سازی کا حصہ بنایا گیا۔ جن میں تحقیق کا فروغ، اتفاق رائے کا فروغ (قومی معاملات پر)، نظاماتی تبدیلی کا فروغ، تعلیمی مواقع مساوات کی مساواتی تقسیم کو ممکن بنانا، اور معذور افرد کی خصوصی ضروریات کے پیش نظر والدین کے ساتھ ساتھ سماجی کارکن کو اختیار دیا گیا کہ وہ بنیادی کردار ادا کریں جس کے تحت اسے بچوں اہلیت، والدین کی شمولیت، تشخیص، تعلیمی مواقع، اور دیگر خدمات فراہم کرنا بھی سماجی کارکن کی بنیادی ذمہ داری کا حصہ ہو گیا۔

۲۰۰۲ میں ایک قانون مظور کیا گیا جس کے تحت کوئی بچہ بھی پیچھے نہیں رہ سکتا۔ اگر اس میں کسی قسم کی کوئی معذوری تشخیص ہو جاتی اس نے لازمی کوئی نہ کوئی ہنر اسکول میں سیکھنا لازمی ہو گیا۔

تکنیکی مہارتیں اور ضروری طریقے

بنیادی طور پر سماجی کارکن اسکولوں میں مختلف خدمات مہیا کرتے ہیں، وہ انفرادی اور گروہ بھی مشاورت فراہم کرتے ہیں۔ اسکول کی کامیابی کو فروغ دینا، طالب علم کی ذہنی و فکری صلاحیتوں کے مطابق ان کو مواقع مہیا کرنا اور اس سلسلے میں نہ صرف طالبعلموں بلکہ ان کے والدین کی راہ نمائی کرنا۔ حاضری کے سلسلے میں اسکول کی انتظامیہ کے ساتھ کام کرنا۔ مختلف بحرانوں میں کیسے زندہ رہا جاسکتا ہے۔ Bullying بے گھری، موت، خودکشی، ناکامی، بچوں کے ساتھ زیادتی، وغیرہ اس سلسلے میں سماجی کارکن بچوں کو وہ سماجی مہارتیں سیکھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں تاکہ اس قسم کے حالات کا مقابلہ ہمت سے کرسکیں اور ان مسائل پر قابو پاسکیں۔ اسکول سماجی کارکن ایسے طالب علموں کو مدد فراہم کرتا ہے جنہیں جسمانی/ذہنی/معاشی/جذباتی مسائل کا سامنا ہو۔ اور یہ مسائل ان کی کامیابی میں رکاوٹ ہوں جیسے۔

☆ خوداعتمادی کے مسائل
☆ اسکول فوبیا/Depression/anxiety
☆ طلاق/علیحدگی
☆ نیا بچہ/بہن اور بھائی
☆ بیماری/موت (خاندان کے کسی فرد کی)
☆ دوستی کے مسائل
☆ بحیثیت نئے طالب علم کے مسائل
☆ غصہ/اجنبیت
☆ تشدد/بدسلوکی
☆ ہراساں کرنا / Bullying
☆ ہم آہنگی (معاشرے/نصاب/اسکول)
☆ نشہ/drugs وغیرہ
☆ غیر حاضری

اس مد میں سماجی کارکن والدین اور اسکول کے عملے کو اعتماد میں لے کر اور کمیونٹی کے وسائل کو بروائے کار لا کر بچوں کی مدد کی جاتی ہے انہیں مسلسل معاونت فراہم کی جاتی ہے تاکہ بحران سے نکلنے میں مدد کی جاسکے۔ اس مدد کی

درخواست طالب علم خود/والدین، اساتذہ، کمیونٹی کے ممبران، پرنسپل یا کوئی اور طالب علم اسکول سماجی کارکن کے پاس کیس کی صورت لے جا سکتا ہے۔

سماجی کارکن تمام ایسے طالبعلموں کی کیس ہسٹری اور معلومات فائل مرتب کرتے ہیں۔ جو انہیں بھیجے جاتے ہیں۔ ان کا ریکارڈ سنبھال کر رکھا جاتا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت استعمال کیا جا سکے۔ ان کے مسائل سے متعلق طبّی مشاورت بھی مہیا کی جاتی ہے۔ جو سب ریکارڈ کا حصہ ہوتے ہیں۔ باقاعدہ معالجاتی پلان بنایا جاتا ہے۔ راز داریت بنیادی اصول۔۔۔۔۔ جس کو برقرار رکھنا سماجی کارکن کے بنیادی ذمہ داریوں کا حصہ ہوتا ہے بچوں کی ضروریات اور معاشرتی تبدیلیوں کے حوالے سے مختلف سیمینار، ورکشاپ بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ دیگر معاشرتی اداروں کو اسکول میں بلایا جاتا ہے تاکہ ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔ اور بچوں کو اچھا ذمہ دار شہری بننے کے مواقع مہیا کیے جا سکے۔

اسکول سماجی کارکن کے مختلف ماڈل کو مختلف ادوار میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ روایتی طبّی ماڈل Traditional Clinical Model

یہ ماڈل سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا ماڈل ہے۔ جس میں بچوں کی نفسیاتی و جذباتی کو انفرادی کیس کے ذریعے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے بچے یا ان کا خاندان مشکل وقت یا بیماری سے نبرد آزما ہوں تو بچے یا خاندان کو خدمات مہیا کی جاتی ہیں۔ تاکہ بچے کی تعلیم اور اسکول پر توجہ متاثر نہ ہوں۔ بچے کے رویے پر بڑے والے منفی اثرات کا سدِباب کیا جا سکے۔

اس ماڈل کی بنیاد پر منحصر ہوتی ہے Ego-psychology اور Psychoanalytical ہے۔

۲۔ اسکول تبدیلی ماڈل School Change Model

اس ماڈل میں اصل ہدف اسکول ہوتا ہے اور اسکول کو بحیثیت ادارہ، شرائط طرزِ عمل کو طالب علم کی ضروریات کے حساب سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ بچے کی ناکامی اسکول کی ناکامی تصور کی جاتی ہے۔ اسکول کا عام عملہ مختلف بحثوں، کے ذریعے مسائل کی شناخت کرتے ہیں۔ اور ان میں بنیادی تبدیلیاں لے کر آتے ہیں۔

۳۔ معاشرتی اسکول ماڈل Community School Model

اس طرح کے ماڈل اسکول میں محدود سماجی و اقتصادی وسائل کے ساتھ اسکول اور کمیونٹی دونوں پر توجہ دی جاتی ہے سماجی کارکن کا کردار ایسے اسکولوں میں بڑا ہی اہم ہوتا ہے۔ اسکول کی خدمات کے بارے میں وہ کمیونٹی کو آگاہ کرتا

ہے۔ کمیونٹی کو ترتیب و تنظیم میں لانے کا کام کرتا ہے جو اسکول کے پروگرامز کا حصہ بن سکے۔ اور اسکول کی انتظامیہ کو کمیونٹی کے مزاج متحرک اور سماجی عوامل کے بارے میں آگاہ کرنا ہے اس ماڈل میں اسکول کے اہلکار سماجی دشواریوں اور ان کے اثرات کو سامنے رکھ کر، اسکول کے بچوں کی مکمل معلومات و تفہیم رکھ کر بچوں کو تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہیں اور دیہی علاقوں میں یہ ماڈل کامیاب ہوتا ہے۔ جس میں مسلسل اور تازہ ترین معلومات کا حصول بہت ضروری ہوتا ہے۔ عوامی رابطہ سماجی کارکن کی مرہونِ منت ہوتا ہے۔

۴۔ سماجی میل جول ماڈل Social Interaction Model

سماجی بات چیت کے اس ماڈل میں افراد اور گروہون کے اعمال کے متعلق اثرات پر زور دیتا ہے۔ مداخلت کا ہدف بنیادی طور پر معیار اور اقسام کی بنیاد پر تبادلے ہوتے ہیں۔ (بچے، بچوں کے گروہوں، خاندانوں، اسکولوں، کمیونٹی) اسکول سماجی کارکن مشترکہ مفادات اور متفقہ حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا کردار ثالث اور سہولت کار کا ہوتا ہے۔

اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں کئی ہزار اسکول سماجی کارکن کام کر رہے ہیں۔ اور معاشرے کو اچھے شہری، تعلیم یافتہ افراد مہیا کرنے میں معاون کردار ادا کر رہے ہیں۔ صرف امریکہ میں اس وقت ایک اندازے کے مطابق ۶۵۰۰۰ سماجی کارکن کام کرتے ہیں جس میں سے ۲۹۰۰۰ اسکولوں میں تعینات ہیں۔

کینیڈا میں ایک سروے کے مطابق ۵۵۰۰۰ سماجی کارکن کام کرتے ہیں۔ (National Household Survey 2011) برطانیہ میں کل سماجی کارکنوں کی تعداد ۳۶۰۰۰ ہے۔ جو جنرل پریکٹشنرز سے کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ (۱۳)

تعلیمی اہلیت و معیار

اسکول سماجی کارکن کی تعلیمی اہلیت کا معیار سماجی بہبود میں ایم اے ہے۔ تاہم ابتدائی سطح پر کچھ جگہوں پر بی۔اے سماجی بہبود کی ڈگری درکاری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سوشل ورکر ایسویشن سے رجسٹریشن بھی لازمی ہوتی ہے۔ جسے عام مفہوم میں لائیسنس کہا جاتا ہے۔ جو سماجی کارکن کے کام کے معیار کو ترتیب دیتا ہے جو کچھ اس طرح سے ہے۔

☆ صلاحیت کا حصول

☆ تنظیم اور انتظام

☆ پیشہ ورانہ مشق / عمل

اس سلسلے میں ہدایات بھی موجود ہوتی ہیں۔ تحقیقی کام کتابیں جرنل موجود ہوتے ہیں۔ پریکٹس کے لئے مختلف assessment/evaluation/tools موجود ہیں جو رجسٹریشن اتھارٹی فراہم کرتا ہے۔

پاکستان میں سماجی بہبود کا تناظر

پاکستان کے کسی بھی علاقے میں چلے جائیں۔ دوسروں کی مدد کرنا کو سماجی بہبود کہا جاتا ہے۔ جو کہ عالمگیریت کے مروجہ اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ جو کبھی مثبت اور کبھی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی تبدیلیوں اور بہتری کا نشاندہی بھی کرتی ہے۔ پاکستان میں سماجی کام بنیادی طور پر اسلامی عقیدے پر مبنی ہے۔ (Al-Krenawi & Gruham 2009 20036) ویسے بھی سماجی بہبود مقامی ہوتا ہے۔ اور کمیونٹی کی ثقافتی اپروچ کو ظاہر کرتا ہے۔[۱۴]

پاکستان میں زکوۃ بنیادی طریقہ کار ہے۔ جس کے ذریعے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ صدقہ خیرات بھی بہت کیا جاتا ہے۔ زکوۃ سوشل سیکورٹی کا بنیادی میڈنٹ ہوتا ہے۔ زکوۃ دینے کے لئے مخصوص اہلیت درکار ہے۔ زکوۃ سماجی ترقی کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور پاکستانی اقرار کو ساتھ رکھ کر سماجی بہبود کو جاری رکھا جاسکتا ہے۔

سماجی بہبود کی بین الاقوامی فیڈریشن (IFSW) نے مقامی علم سماجی بہبود اوراسکی تفہیم کو تسلیم کیاہے۔اور سماجی بہبود کی پریکٹس کومقامی اور ثقافتی تعلق کو بھی تسلیم کرتاہے۔

اس تعریف کے بعد پوری دنیا میں یہ بحث چھڑگئی کہ سماجی بہبود کی بین الاقوامی تعریف ترتیب دی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ localization یعنی مقامی کاموں اور مقامی تناظر کو بھی سماجی بہبود کے ساتھ فروغ دیاجائے۔[۱۵]

پاکستان میں سماجی بہبود کا آغاز UNO کی ٹریننگ سے ہوا جو کہ 1953 میں 65 پاکستانیوں کو دی گئی۔ (Rehmatulah 2002) اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کو گوناگوں مسائل کاسامنا تھا۔جس میں سماجی بہبودنے بھی اس کی ترقی میں حصہ ڈالا۔[۱۶]

پاکستان میں تیسرے پنج سالہ منصوبہ (۷۰-۱۹۶۵) میں اسکول سوشل ورک پروجیکٹ کا آغاز کیا گیا۔ صرف چند اسکولوں میں ان کا اجراء کیا گیا۔ جس میں امید یہ کی گئی کہ اسکول سماجی کارکن کی بنیادی ذمہ داری بچوں کو بغیر کسی مناسب وجہ کے اسکول سے چھٹی نہ کرنے دی جائے۔ اصول وضوابط کی پابندی کی جائے۔ اور اسکول میں درپیش آنے والے مسائل کا سدباب کیا جاسکے۔ ان پروگراموں کا اجراء محکمہ تعلیم کی معاونت سے کیا گیا اور طالب علموں کو ملازمت اور تعلیمی مشاورت بھی فراہم کی گئی۔

اس زمانے میں ڈائریکٹریٹ سماجی بہبود نے دو عوامل کو خاص ذہن میں رکھا۔

۱۔ محکمہ تعلیم کی معاونت اور شمولیت کی ضرورت کو مدِ نظر رکھا گیا۔

۲۔ اسکول سماجی کارکن کی ذمہ داریوں کی تشکیل کہ وقت یہ کوشش کی گئی کہ اسکول سماجی کارکن ہیڈ ماسٹر اور اسکول انتظامیہ کے تعلق کو خاص اہمیت دی گئی۔

اسکول سماجی کارکن کے وظائف

۱۔ اسکول کی لازمی پابندی کو یقینی بنایا جائے۔ غیر حاضری کو کم کیا جائے۔ طالب علموں کو مدد اور راہ نمائی فراہم کی جائے اور ساتھ ہی ساتھ بچوں کے گھروں اور معاشرے کی تنظیمی صلاحیتوں کے لیے مواقع فراہم کیے جائیں۔

۲۔ طالب علموں، اساتذہ اور والدین کے درمیان مثالی تعلقات پیدا کیئے جائیں۔

۳۔ ایسے بچوں کو کسی بھی سماجی ، ذہنی ، جسمانی معذوری کے حامل ہیں اور یہ کبھی ان کو اسکول کی روزمرہ کی سرگرمیوں میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ ان پر کام کیا جائے اور کارآمد شہری بنانے میں مدد کی جائے۔[۱۷]

۴۔ ایسے بچے جن کو مالی امداد کی ضرورت ہو ان کے لیے سماجی امداد کا بندوبست کیا جائے جیسے کہ زکواۃ، عشر، اور کوئی سماجی زریعہ دریافت کیا جائے۔

۵۔ اسکول طبّی تعلیم اور طبّی سہولیات کے ساتھ معاونت کی جائے تاکہ طلب علموں کی بہبود ہو سکے۔

یہ وہ تمام اقدامات ہیں جن کی مماثلت مغربی ماڈل سے ملتی ہے۔ ان پروگراموں کو چھٹے پنج سالہ (۷۵-۱۹۷۱) میں بھی ان پروگراموں کو شامل کیا گیا۔ ایسے پروگرام وفاقی، صوبائی اور مقامی سطح پر شامل کیے گئے۔

۶۔ سندھ میں اس طرح کے پروگرام اسکولوں میں چلائے گئے۔

بدقسمتی سے اسکول تو مہیا کیے گئے تو اس میں ان پروگراموں کو بند کر دیا گیا۔ کیونکہ سماجی کارکنوں کی اپنی کوئی تنظیم تھی نہیں لہٰذا معصوم سا احتجاج کیا گیا۔ اور اس کے بعد اسی طرف توجہ نہ دی جا سکی۔

اسلام اور سماجی بہبود

اسلام میں پہلے دن ہی سے چاہے وہ مسلمان ہونا ہو اس کے لئے اسلامی ریاست کا ہر فرد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی تمام ضروریات کو لازمی قرار دیا ہے جو کہ ریاست کی ذمہ داری ہیں۔ البتہ چند چیزوں پر زور دیا گیا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۶۲ میں اللہ فرماتاہے۔

"جو لوگ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اورجو کچھ انہوں نے خرچ کردیا ہو۔احسان نہیں جتلاتے اوراذیت نہیں پہنچاتے۔اس کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہے۔اورانہیں کوئی خوف سے اورنہ وہ غمگیں ہوتے ہیں" (۱۸)

اسی آیت مبارکہ سے اندازہ ہوتاہے سماجی بہبود کے بنیادی اصولوں کے بارے ۱۴۰۰ سال پہلے اللہ نے اس امر کی نشاندہی کردی کہ رفاعہِ عامہ یاسماجی بہبود کے کاموں میں دکھاوا / نمائش کی ضرورت نہیں اخلاص کی ضرورت ہے ورنہ اس کی اہمیت اورافادیت اپنی موت آپ مرجاتی ہے۔

۱۔ مغربی معاشرے میں جولوگ رہتے ہیں سماجی بہبود کے پروگراموں سے صرف وہی لوگ مستفید ہوسکتے ہیں جووہاں کے شہری ہیں۔ لیکن مسلمان کے اداروں میں ایسی کوئی شرط نہیں تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ (۱۹)

۲۔ دینِ اسلام میں فلاح دینی اور دنیاوی سعادتوں کو حاصل کرنے کا نام ہے اوراس عظیم مقصد میں ناجائز ذرائع استعمال کرکے یہ مقاصد کاحصول ناممکن ہے۔ زکوۃ خیرات اسی لیے ہرفرد کی جوکہ نصاب رکھتا ہو۔اس کی بنیادی فرائض میں سے ہے تاکہ وہ ان لوگوں کی ضرورتوں کاخیال رکھ سکے جو غریب مسکین،بیوہ، یتیم معذور ہیں تاکہ ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آسکے۔

۳۔ دین میانہ روی کی ترغیب دیتاہے اورمیانہ روی اختیار کرنے والے کواللہ پسند کرتاہے۔ شریعت حقوق اللہ اورحقوق العبادپر مشتمل ہے۔ جیساکہ صاف ظاہرہے جوکہ اللہ کے حقوق ہیں بندے پراورحقوق العباد بندوں کے بندوں پرحقوق ہیں۔یعنی کہ انسانوں کی خدمت اورفلاح وبہبود کی کوشش کی جائیں اور دونوں میں توازن ضروری ہے۔مسافر خانہ، اسپتال،اسکول،بیواؤں،یتیموں،معذوروں اوربوڑھوں کے وظیفے باندھنا۔رفاہِ عامہ کے کام ہیں۔مسلمانوں نے جنگی،غیرجنگی اورتجارتی معاہدے کافروں مشرکوں سے کیے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے ان تمام معاہدوں میں انسانوں ضروریات اورانسانی حقوق کی بات کی گئی۔جن کے ذریعے اسلام مزید تیزی سے پھیلااورموافات کوفروغ ملا۔ (۲۰)

ہجرت مکہ اس کی بڑی واضح مثال ہے۔نہ صرف نبی اکرمﷺ نے بلکہ اصحابہ اکرام کی زندگیاں روشن میناروں کی مانندہیں جن کی روشنی میں ہم پاکستان میں سماجی بہبود کے راستے کوآسان اور

قابل عمل بناسکتے ہیں۔اس تحقیق میں ممکن نہیں کہ اتنی طویل تاریخ اور ہر ہر واقع کا اعادہ کیا جاسکے۔اس کے موضوع پر الگ تحقیق درکار ہے۔

دین اسلام میں جگہ جگہ بچوں کی تربیت اور زمہ داری کے حوالے سے مسلمانوں کو واضح احکامات دیے گیے ہیں۔جو کہ بچوں کے حوالے سے دین اسلام میں جگہ جگہ بچوں کی تربیت اور ذمہ داری کے حوالے سے مسلمانوں کو واضح احکامات دیئے گئے جو کہ بچوں کی حقوق کی مد میں آتے ہیں۔جیسا کہ سورہ فرقان میں آیت نمبر: ۶۲ میں کہا گیا کہ:

"اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بیویوں میں سے عطا کر وہ اولاد جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہم اسے صالحین کے لیے ایک مثال بنائیں"(۲۱)

قرآن پاک نے والدین کے لیئے براہ راست ان ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ بچوں کو دودھ پلانا، چھوٹے بچے کی دیکھ بھال کرنا، مساوات سے پیش آنا، محبت کرنا، اچھی تربیت و پرورش کرنا، اس کے علاوہ بچوں کی پرورش سے غفلت کو ایک گناہ تصور کیا گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ ایسے بچوں کی کہ جو یتیم ہوں یہ ذمہ داری ہر مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے بچوں کا معاشرے میں خیال رکھے۔ یقیناً یہ ہی وہ تعلیمات قرآنی ہیں جن کی بنیاد پر پاکستان میں بچوں کی بہبود کے پروگرام تشکیل دیا گیا۔

مغربی ماڈل اور اسلامی تعلیمات کو دیکھا جائے تو محسوس یہ ہوتا ہے کہ مغرب نے محض سو یا ڈیڑھ سو سال پہلے اسکول سوشل ورک کے ذریعے بچوں کی بہبود کے پروگرام ترتیب دیئے جب کہ مسلمانوں کے پاس یہ علم، مہارتیں، راہ نمائی، ۱۴۰۰ سو سال پہلے دینِ اسلام نے ان کی سماجی و مذہبی ذمہ داری بتائی ہے۔(۲۲)

پاکستان میں سماجی فرد کے ساتھ اس کے خاندان کی فلاح وبہبود کیلئے بھی کام کرنے کا رواج ہے۔تعلیم میں ہمارے ہاں کئی طرح کے نظام مروج ہیں۔اس طبقاتی نظام کی بدولت اقتصادی تفریق کے بدولت استحصال بڑھتا ہے اور پھر ملکی سالمیت کیلئے خطرہ بن جاتا ہے۔تعلیمی نظام کی یکسانیت معاشرے میں سماجی انتشار اور بے چینی کا خاتمہ کرتی ہے۔ اچھی ملازمت اچھی تعلیم سے مشروط ہے اور اچھی تعلیم کیلئے پیسہ درکار ہے۔سرکاری اسکولوں کو ۱۹۷۰ کے عشرے میں قومیانے کا عمل کیا گیا۔اس کے مابعد اثرات کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔

اسکول سوشل ورک کے پروجیکٹ بھی بری طرح متاثر ہوئے۔ اس کے علاوہ سماجی کارکنوں جو مسائل درپیش ہیں ان میں سے سنجیدہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ سماجی بہبود کے جتنے پروگراموں ان کیلئے لوگوں کا بنیادی پڑھنالکھنا ہوناضروری ہے اسے میں سماجی کارکن ان لوگوں کی مدد کرنے سے قاصر ہیں جن میں مدد کی اشد ضرورت ہے۔اپنے حقوق کی تفہم کیلئے بھی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جوکہ مفقود ہے۔لیکن سماجی بہبودنے پاکستان میں سماجی شعورکے حوالے سے سرگرم کردار اداکیاہے۔ نہ صرف لوئر کلاس بلکہ امیر طبقے می بھی شعوراجاگرکیاہے۔

احتساب کی بھی معاشرے میں مثبت ترقی میں کلیدی کرداراداکرتاہے۔سماجی کارکنوں کی پیشہ ورانہ قومی کونسل نہ ہونے کے سبب ایسے تمام پروگراموں کوجوفلاح وبہبود کے تھے۔مناسب امتاج نہ کیاجاسکا۔ایسے اقدامات نہ کیے جاسکے جن کی مددسے ان خدمات کااعادہ ممکن تھا۔

سماجی بہبود سیاسی مرضی پسند اورنا پسند کے عتاب کاشکار بھی رہا۔ بیوروکریسی کی قلم کی زد میں بھی آیا۔ پاکستان کی تاریخ میں ایسے کئی خود مختارادارے بھی موجود ہیں جنھوں نے سماجی خدمات میں تاریخ رقم کی ہیں۔ اب وہ وقت آگیاہے، ناکامیوں کے ساتھ ساتھ کامیابیوں کاجائزہ لیاجائے۔ سماجی بہبود کے کام تووہیں سے درست کریں۔جہاں سے وہ خراب ہواتھا۔اس سلسلے میں ہمارا دین ہمارا خاندانی نظام اورمغرب کامیاب مثالیں ہماری راہ نمائی کرسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ علاقائی وثقافتی سماجی بہبود کی مثالیں بھی مشعلِ راہ بن سکتی ہے۔

پاکستان میں ابھی بھی ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جس کے ذریعے سماجی بہبود کے تن مردہ میں جان ڈالی جاسکتی ہے۔مثلاً :

۱۔ غیرسرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی کی جائے کیونکہ ان ہی بدولت سماجی ترقی،بچوں اورعورتوں کے حوالے سے خاصہ حوصلہ افزا کام ہورہاہے۔

۲۔سماجی تعلیم ابھی اپنے اس معیار کوحاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس سلسلے میں اساتذہ کی تربیت، اورنصاب کومعیاری بنانا ہوگا۔[۲۳]

۳۔ پی ایچ ڈی/ ایم اے کی سطح پرطالب علموں کیلئے تربیت کے مواقع پیداکرنے ہوں گے۔

۴۔ 180 ملین زیادہ سے آبادی کیلئے آٹے میں نمک کے برابر کالجز اوریونیورسٹیاں موجود ہیں جہاں سماجی بہبود کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۵۔ وسائل موجودہیں بس ان کی ضرورت اور صحیح جگہ استعمال کرنے کی ضرورت ہے جوپروگرام بند کردیئے گئے ہیں ان کااجراضروری ہے پاکستان کی آدھی سے زیادہ آبادی ۴۵ سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے اسے میں اسکول سوشل ورک کے ذریعے نوجوانوں میں تعلیم کا فروغ،مھارتوں کا فروغ اور ان کے مسائل کا حل ضروری ہے جس میں اسکول سوشل ورک کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے۔

خلاصہ

یہ امر توطے ہے کہ تعلیم کے شعبے میں ترقی ہی دیکھ کر سماجی و معاشی مسائل کا حل ہے۔بد قسمتی سے پاکستان کی پچھلی حکومتوں نے تعلیم اوراسکولوں کے معیار کو قومی سطح یابین الاقوامی سطح پرلانے کی جو بھی کوشش کیں ہیں وہ سب ناکام رہی ہیں(Saeed et al 2013)

UNESCO کی رپورٹ 2014 کے مطابق ۵۔۶ ملین بچے پاکستان میں اسکول سے باہر ہیں۔ہر ۲ میں سے ایک بچہ ۵ grade - کی پڑھائی کے بعد ۲ grade - کے بچے کے تعلیمی معیار کو بھی پورا نہیں کرسکتا۔ (UNESCO 2014)۔ایک تازہ ترین سروے کے مطابق پاکستان میں ۲۰۔۵ ملین بچے اسکول نہیں جارہے یہ ملکی حکومت والدین اور معاشرے کے لئے ایک خوفناک صورتحال ہے (The Guardian 2017) تعلیم کے معیار، تعلیم کے سب کے لئے یکساں مواقع اور ہر بچہ اسکول میں کے لئے اس صورتحال کی درستگی کے لیے معیاری تعلیم، تعلیم کے یکساں مواقع سب کے لیے،اور ہر بچہ اسکول میں رجسٹرڈ کرانے کے لیے اگر جنگی اقدامات درکار ہیں تو وہ کرناہمارافرض بنتاہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر ایم خالد (۲۰۱۲)، "سماجی بہبود اصول و عمل خاص پاکستانی پسِ منظر میں "پبلیشر کفایت اکیڈمی ، ص ۳۴۲-۳۴۳-۳۴۱

۲۔ ایلن، میرا پال (۲۰۱۵) ''سماجی بہبود کی اسکول میں خدمات''نیو یارک، پریس، ایلن اور بیکن پبلشر، ساتواں ایڈیشن، ص ۳۵

۳۔ فرنکن، کنتھا میری بیتھ حارث اور ایلن (۲۰۱۲) ''اسکول سروسز ایک گائیڈ'' اسکول سروسز کی خدمات پروفیشنلز کیلئے، دوسرا ایڈیشن، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ص ۲۳

۴۔ فیرے۔ الویرز اور سبٹانوے (۲۰۱۲) اسکول سوشل ورک کی پریکٹس کا ماڈل، بچے اور اسکول، ص ۱۳۱۔۱۳۴

۵۔ فیرے اور ڈوپر، (۲۰۰۵) کلینکل پریکٹس کا وسیع تصور ۲۱ صدی کیلئے، بچے اور اسکول، ص ۳۳۔۴۴

۶۔ ماسط، کیلے، رابرٹ کانٹبیل (۲۰۱۶) ''اسکول سوشل ورک، پریکٹس، پالیسی اور تحقیق، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لاشیم، ص ۱۴

۷۔ ماسط، کیلے، رابرٹ کانٹبیل اور میڈونلڈ (۲۰۱۶)، اسکول میں سماجی کارکن کے وظائف''آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لاشیم، ص ۵

۸۔ کاسٹن (۱۹۷۳)، اسکول سوشل ورک پریکٹس، ای نیا تصور۔ سماجی بہبود، ج ۲۵، ص ۱۳۵۔۱۳۹

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایری سن (۱۹۲۳) امریکہ میں بچوں کے کام کا کردار، پروسیڈنگ، عالمی کانفرنس، شکاگو یونیورسٹی پریس، ص ۳۹۸

۱۱۔ ونٹر اور ساری (۱۹۶۵)، گورنمنٹ اسکولوں میں غلط پرفارمنس، گروہی اپروچ، سماجی بہبود، ج ۱۰، ص ۳۸۔۴۸

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ انٹرنیشنل فیڈریشن آف سوشل ورک (۲۰۰۰) جنرل میٹنگ۔ معلومات رابطہ: http//ww.ifsw.org

۱۴۔ لائنز کے۔ (۱۹۹۹) عالمی سماجی بہبود، تعلیم اور پریکٹس، لندن، ص ۲۱۱

۱۵۔ گیرے اور فوک (۲۰۰۴) عالمی سماجی بہبود کی طلب: کچھ مسائل اور مشاورت، سوشل ورک ایجوکیشن، ج ۲۳، ص ۶۲۵/۴۴

۱۶۔ رحمت اللہ شیریں، (۲۰۰۲) پاکستان میں سماجی فلاحی بہبود، آکسفورڈ یونیوسٹی پریس، ص ۹

۱۷۔ آکٹن برومت، (۲۰۱۰)، معذوری اور بچے، اسکول میں سماجی بہبود، ایلن اور بیکس پبلیشرز، ج ۶، ص ۵۳

۱۸۔ القرآن، ۲: ۲۶۲

۱۹۔ الکروانی، جے گوہر ام (۲۰۰۰) اسلامی عقائد اور نماز سماجی بہبود کی پریکٹس سے مماثلت، انٹرنیشنل سوشل ورک، ج ۴۳، ص ۲۸۹ / ۳۰۴

۲۰۔ الکروانی، جے گوہرام (۲۰۰۰)، ثقافتی حساسیت اور سماجی بہبود کی پریکٹس، عرب موکل کے ساتھ مینٹل ہیلتھ کی سیٹنگ میں، صحت اور سماجی بہبود، ج ۲۵، ص ۲۲۔۹

۲۱۔ القرآن، ۲۵: ۷۴

۲۲۔ ایلن۔ پی میرز (۲۰۰۶) ایک سو سال: اسکول سوشل ورک سروسز کا تاریخی جائزہ۔ اسکول سوشل ورک جنرل، خصوصی شمارہ، ص ۲۴۔۴۳

۲۳۔ کیلے مشعل (۲۰۰۸)، اسکول سوشل ورک کی حدود اور ڈیمانڈ، اسکول سوشل ورک پریکٹس: اسٹوڈنٹ، فیملیز اور اسکول اساتذہ کیلئے تدریسی معاون، نیویارک، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ص ۴